باب 10

قانون اور سماجی انصاف

کیا آپ کو ساتویں جماعت کی کتاب میں پڑھا ہوا سبق 'ایک قمیض کا قصہ' یاد ہے؟ اس میں ہم نے دیکھا تھا کہ بازاروں کا سلسلہ کس طرح کپاس پیدا کرنے والوں کو سُپر بازار میں قمیض خریدنے والے خریدار سے جوڑ دیتا ہے۔ ہر قدم پر خرید و فروخت اس زنجیر کی مختلف کڑیاں ہیں۔

بہت سے لوگ براہِ راست یا بالواسطہ قمیض کی تیاری سے جڑے ہوئے ہیں۔ کپاس اگانے والا معمولی کسان، ایروڈ کے بُنکر یا سلے ہوئے کپڑے درآمد کرنے والے کارخانے کے کاریگر تمام لوگ بازار میں استحصال یا غیر منصفانہ طور طریقوں کا شکار ہوتے ہیں۔ بازاروں کا میلان ہر جگہ استحصال کی طرف ہوتا ہے خواہ وہ مزدور ہوں، صارفین ہوں یا صنعت کار۔

لوگوں کو اس استحصال سے بچانے کے لیے حکومت کچھ قوانین بناتی ہے۔ یہ قوانین اس بات کو یقینی بنانے کی کوشش کرتے ہیں کہ جہاں تک ممکن ہو بازار میں غیر منصفانہ طور طریقے کم سے کم پنپ سکیں۔

آیئے ہم بازار کی عمومی صورتِ حال پر غور کریں جہاں قانون کی بڑی اہمیت ہے۔ یہ مسئلہ کاریگروں کی مزدوری کا ہے۔ پرائیویٹ کمپنیاں، ٹھیکے دار اور تاجر حضرات بالعموم زیادہ سے زیادہ منافع کمانا چاہتے ہیں۔ مثال کے طور پر منافع کمانے کی دُھن میں وہ مزدوروں کے حقوق کا انکار کر سکتے ہیں اور انھیں مزدوری سے محروم کر سکتے ہیں۔ قانون کی نظر میں کسی مزدور کو اس کی مزدوری سے محروم کرنا غلط یا غیر قانونی ہے۔ اسی لیے اس بات کو یقینی بنانے کے لیے کہ کسی مزدور کی مزدوری کم نہ ہو یا یہ کہ اسے اچھی مزدوری دی جائے، اقل ترین اجرت کا قانون بنایا گیا ہے جس میں یہ بات کہی گئی ہے کہ کسی کاریگر کو اجرت مزدوری کی اقل ترین شرح سے کم نہ ملے۔ چند سال کے وقفے سے اقل ترین شرح میں اضافے کے لیے نظر ثانی ہوتی رہتی ہے۔

ہمیں اقل ترین مزدوری کے قانون کی کیوں ضرورت ہے؟

معلوم کیجیے:

a) آپ کی ریاست میں ایک تعمیراتی مزدور کی اقل ترین مزدوری کیا ہے؟

b) کیا آپ تعمیراتی مزدور کی اس مزدوری کو مناسب، سمجھتے ہیں یا پھر کم یا زیادہ؟

c) اقل ترین مزدوری کون طے کرتا ہے؟

مزدوروں کو تحفظ فراہم کرنے والے اقل ترین مزدوری کے قانون کے ساتھ ایسے قوانین بھی ہیں جن سے کارخانہ داروں اور بازار سے خریداری کرنے والوں کے مفادات کا تحفظ ہوتا ہے۔ اس طرح حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ تینوں پارٹیوں — مزدور، صارف (Consumer) اور کارخانہ دار (Producer) کو ایک ایسے سلسلے سے مربوط رکھا جائے جس کے تحت کسی کا استحصال نہ ہو۔

احمد آباد کی ایک کپڑا مل میں کام کرتے مزدور — پاور لوم سے زبردست مسابقت میں اکثر ملیں 1980 اور 1990 کے درمیان بند ہو چکی ہیں۔ پاور لوم صنعت میں 4 سے 6 مشینی کرگھوں کی ایک اکائی ہوتی ہے۔ لوم کے مالک مزدوروں اور اپنے گھر والوں کی مدد سے خود کام کرتے ہیں۔ یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ پاور لوم کی صنعت میں بھی کام کی صورتِ حال اطمینان بخش نہیں ہے۔

جدول نمبر 1 میں مختلف مفادات کے تحفظ کے لیے بنائے گئے کچھ اہم قوانین پیش کیے گئے ہیں۔ اس جدول کے کالم نمبر (2) اور (3) میں یہ بات کہی گئی ہے کہ یہ قوانین کن لوگوں کے لیے ہیں اور کیوں ضروری ہیں؟ جماعت میں کی گئی بحث کی روشنی میں جدول کے خالی خانوں کو پر کیجیے۔

جدول 1

قانون	یہ کیوں ضروری ہے؟	قانون کس کے مفادات کا تحفظ کرتا ہے؟
اقل ترین اجرت کا قانون یہ وضاحت کرتا ہے کہ مقررہ اجرت اقل ترین اجرت کی شرح سے کم نہیں ہونی چاہیے۔	بہت سے مزدوروں کو ان کے مالک مناسب اجرت نہیں دیتے۔ چونکہ ان کے پاس مزدوری کرنے کے علاوہ کوئی متبادل نہیں ہے، اس لیے وہ مول بھاؤ نہیں کر پاتے اور کم مزدوری پر کام کرنے کو مجبور ہوتے ہیں۔	یہ قانون ہر طرح کے مزدوروں کے مفادات کی حفاظت کے لیے ہے، خاص طور سے کھیت کے مزدور، تعمیراتی مزدور، فیکٹری کے مزدور اور خانگی مزدور (شاگرد پیشہ)، وغیرہ
یہ قانون اس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ کام کرنے کی جگہ پر مناسب حفاظتی انتظامات ہونے چاہئیں، جیسے خطرے کی گھنٹی، ایمرجنسی دروازہ، اور درست مشینری۔		
اس بات کا قانون کہ تیار شدہ سامان ایک مقررہ معیار پر پورا اترتا ہو۔ جیسے بجلی سے چلنے والے آلات اور سامان کو حفاظت کے مقررہ معیار پر کھرا اترنا چاہیے۔	صارفین تیار مال کے خراب معیار کی وجہ سے خطرے میں پڑ سکتے ہیں جیسے بجلی کا سامان، خوردنی اشیا اور دواؤں کے خراب معیار کی وجہ سے۔	
اس بات کا قانون کہ لازمی اشیا کی قیمت بڑھنے نہ پائے۔ مثلاً شکر، مٹی کا تیل اور اناج وغیرہ۔		غریبوں کے مفادات کا تحفظ تاکہ ان کی رسائی ان اشیا تک ہو سکے۔
اس بات کا قانون کہ فیکٹریاں ہوا اور پانی کو آلودہ نہ کریں۔		
کارخانوں میں بچہ مزدوری کے خاتمہ کا قانون		
مزدور یونین یا ایسوسی ایشن بنانے کی اجازت دینے کا قانون۔	تاکہ یونین کی شکل میں اپنی تنظیم کر کے مزدور اپنی اجتماعی قوت کو اجرت بڑھانے اور کام کی جگہوں پر بہتر ماحول بنانے کے مطالبے کے لیے استعمال کر سکیں۔	

لیکن صرف قانون سازی کافی نہیں ہے۔ حکومت کو یہ بھی دیکھنا ہے کہ یہ قانون یقینی طور پر نافذ ہوں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ قانون کی حکمرانی ہو۔ قانون کا حقیقی نفاذ اس وقت زیادہ ضروری ہوجاتا ہے جب قانون کا مقصد طاقتور لوگوں سے کمزوروں کی حفاظت کرنا ہو۔ مثال کے طور پر یہ دیکھنے کے لیے کہ ہر مزدور کو مناسب مزدوری مل رہی ہے یا نہیں۔ حکومت کو باقاعدگی سے کام کی جگہوں کا معائنہ کرتے رہنا چاہیے اور قانون کی خلاف ورزی کرنے والوں کو سزا دینی چاہیے۔ جب مزدور غریب یا کمزور ہوتے ہیں تو مستقبل میں نوکری کھونے کا خوف یا مالک کا انتقام انھیں مجبور کرتا ہے کہ وہ کم مزدوری قبول کرلیں۔ مالک اس بات کو بخوبی جانتے ہیں اس لیے وہ اپنی قوت کے بل بوتے پر مزدوروں کو مناسب اجرت سے محروم رکھتے ہیں۔ ان حالات میں یہ بے انتہا ضروری ہوجاتا ہے کہ قانون کا نفاذ سختی سے کیا جائے۔

ان قوانین کو وضع کرنے، نافذ کرنے اور ان کی بالادستی کو قائم رکھنے کے نقطۂ نظر سے حکومت فرد یا کمپنی کی کارگزاریوں پر نگرانی رکھتی ہے تاکہ سماجی انصاف قائم ہو۔ ان میں سے کئی قوانین ان بنیادی حقوق پر مبنی ہیں جن کے تحفظ کی ضمانت ہندوستان کے آئین نے دی ہے۔ مثال کے طور پر استحصال کے خلاف جو حق دیا گیا ہے اس میں کہا گیا ہے کہ کسی شخص کو کم اجرت پر یا غلامی میں کام کرنے کے لیے مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ آئین یہ بھی کہتا ہے کہ ''14 سال سے کم عمر کے کسی بچّے سے فیکٹری، کانوں یا کسی دوسری پُرخطر جگہوں پر کام نہیں لیا جائے گا۔''

یہ قوانین عملی طور پر کب ناکارہ ہوجاتے ہیں؟ سماجی انصاف کے مطالبات کو یہ کس حد تک پورا کرتے ہیں؟ یہ چند سوالات ہیں جن کا جواب اس باب کے اگلے حصّوں میں تلاش کیا جائے گا۔

2001 کی مردم شماری کے مطابق 5 سے 14 سال کے 12 ملین بچے مختلف پیشوں سے جڑے ہوئے ہیں جن میں بہت سارے بچے پُرخطر پیشوں سے وابستہ ہیں۔ اکتوبر 2006 میں حکومت نے بچہ مزدوری پر پابندی کے قانون میں ترمیم کی اور 14 سال سے کم عمر بچوں کے ذریعے گھریلو خادم کی حیثیت سے یا ڈھابوں، ہوٹلوں اور چائے خانوں میں کام کرنے پر پابندی عائد کردی۔ ان جگہوں پر بچوں سے کام لینے کو قانونی جرم قرار دے دیا۔ اس پابندی کی خلاف ورزی کرنے والے کے لیے تین مہینے سے لے کر دو سال تک جیل کی سزا یا دس ہزار روپے سے بیس ہزار تک کا جرمانہ مقرر کیا گیا ہے۔ مرکزی حکومت نے ریاستی حکومتوں سے کہا کہ گھریلو کام کرنے والے بچوں کو بچانے اور انھیں بسانے کے لیے منصوبے تیار کریں۔ اب تک صرف تین ریاستی حکومتوں مہاراشٹر، کرناٹک، اور تامل ناڈو نے اس منصوبے کو مشتہر کیا ہے۔ اس قانون کے پاس ہونے کے ایک سال بعد آج بھی گھروں میں کام کرنے والے 74 فی صد بچوں کی عمر 16 سال سے کم ہے۔

بھوپال گیس سانحہ

چوبیس سال پہلے بھوپال میں دنیا کا سب سے بڑا اور المناک ترین صنعتی سانحہ رونما ہوا۔ بھوپال شہر میں امریکن کمپنی یونین کاربائیڈ (UC) کی ایک فیکٹری قائم تھی جس میں وہ جراثیم کش دوائیں تیار کرتی تھی۔ 2 دسمبر 1984 کی آدھی رات کو میتھائل آئسو سائنائٹ (MIC) نام کی ایک خطرناک زہریلی گیس اس یونین کاربائیڈ پلانٹ سے رِسنا شروع ہوئی.........

اگلی صبح

عزیزہ سلطان جو اس گیس حادثہ سے بچ گئی تھی، اس سانحہ کو یاد کرتے ہوئے کہتی ہے : ''اپنے بچے کے بری طرح کھانسنے کی آواز سے آدھی رات کو میری آنکھ کھل گئی۔ مدھم روشنی میں میں نے دیکھا کہ کمرہ سفید بادلوں سے بھرا ہوا ہے۔ میں نے لوگوں کو چلاتے ہوئے سنا 'بھاگو! بھاگو!'۔ اس کے بعد میں بھی کھانسنے لگی۔ ہر سانس پر معلوم ہوتا تھا گویا سینے میں آگ بھری ہوئی ہے۔ میری آنکھیں جلنے لگیں۔''

تین دن کے اندر 8000 سے زیادہ آدمی موت کا شکار ہو گئے۔ سیکڑوں ہزاروں آدمی جسمانی طور پر معذور ہو گئے۔

اجتماعی طور پر آخری رسومات

گیس سے بری طرح متاثر ایک بچہ

زہریلی گیس کا شکار ہونے والے زیادہ تر لوگ غریب اور مزدور خاندانوں سے تعلق رکھتے تھے جن میں سے آج بھی تقریباً پچاس ہزار افراد طرح طرح کے امراض کی وجہ سے کام کرنے سے معذور ہیں۔ بچ جانے والوں میں بہت سے سانس لینے کی تکلیف کے شکار ہیں، بہت سے لوگ آنکھوں کی اور دوسری بیماریوں میں مبتلا ہیں۔ بچے عجیب وغریب طرح کی معذوریوں کا شکار ہوئے جیسا کہ تصویر میں ایک لڑکی کو دیکھا جا سکتا ہے۔

یونین کاربائیڈ کے ملازمین کی یونین کے ممبران کا احتجاج

یہ آفت کوئی حادثہ نہیں تھی۔ یونین کاربائیڈ نے تیاری کی لاگت کو کم کرنے کے لیے جان بوجھ کر لازمی حفاظتی اقدامات کو نظرانداز کیا تھا۔ بھوپال کے اس سانحے سے پہلے بھی گیس رِسنے کے حادثات ہوئے تھے جن میں ایک مزدور ہلاک اور کئی مجروح ہو چکے تھے۔

گیس کے شکار گیس راحت وزیر کے ساتھ

ایسی بہت سی شہادتوں کے باوجود کہ یونین کاربائیڈ اس تباہی کی پوری طرح ذمہ دار ہے، کمپنی نے اس ذمہ داری کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔
قانونی چارہ جوئی ہوئی اس میں حکومت نے یونین کاربائیڈ کے خلاف گیس کا شکار ہونے والوں کی نمائندگی کرتے ہوئے 1985 میں تین بلین ڈالر معاوضہ کا ایک سول کیس دائر کیا۔ لیکن 1989 میں محض 470 ملین ڈالر کی معمولی رقم قبول کر لی۔ بچ جانے والوں نے اس معاہدے کے خلاف اپیل کی لیکن سپریم کورٹ نے فیصلہ دیا کہ معاوضہ یہی رہے گا۔

یونین کاربائیڈ کمپنی نے کام بند کر دیا۔ لیکن اپنے پیچھے کئی ٹن زہریلے کیمیکل کا ملبہ چھوڑ گئی۔ یہ کیمیکل رِس کر زمین کے اندر پہنچ گیا اور اس نے پانی کو آلودہ کر دیا۔ ایک دوسری کمپنی ڈوکیمیکل اب اس پلانٹ (کارخانہ) کی مالک ہے جو اس مادہ کی صفائی کی ذمہ داری قبول کرنے سے انکار کر رہی ہے۔

کیمیائی مادے کی بوریاں یونین کاربائیڈ پلانٹ کے گرد بکھری ہوئی ہیں۔

انصاف کی لڑائی ابھی جاری ہے......

چوبیس سال بعد بھی انصاف کی لڑائی جاری ہے۔ پینے کے صاف پانی، حفظانِ صحت کی سہولتوں اور کمپنی کے ذریعہ زہریلی گیس کے شکار لوگوں کے لیے روزگار کی مانگ کی جا رہی ہے۔ ان کا یہ بھی مطالبہ ہے کہ یونین کاربائیڈ کے چیئرمین اینڈرسن کو، جس پر فوجداری کے مقدمات چل رہے ہیں گرفتار کیا جائے۔

مزدور کی وقعت کیا ہے؟

اگر ہم بھوپال گیس کے المیے کو سمجھنا چاہتے ہیں تو ہمیں یہ سوال پوچھنا ہوگا: یونین کاربائیڈ نے ہندوستان میں ہی اپنا پلانٹ کیوں لگایا؟

بیرونی کمپنیوں کے ہندوستان میں آنے کا ایک سبب یہاں کی سستی مزدوری ہے۔ امریکہ جیسے ملک میں کام کرنے والوں کی مزدوری ہندوستان جیسے غریب ملکوں میں دی جانے والی مزدوری کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہے۔ کم تنخواہ دے کر یہ کمپنیاں زیادہ دیر تک کام لے سکتی ہیں۔ مزدوروں کو رہائش جیسی دوسری سہولتیں بھی کم ہی دی جاتی ہیں۔ اس طرح کمپنیاں کم لاگت میں زیادہ نفع کما سکتی ہیں۔

لاگت میں کمی دوسرے زیادہ خطرناک طریقوں سے بھی کی جاسکتی ہے۔ کارخانوں میں کام کرنے کا خراب ماحول اور حفاظتی انتظامات کو نظرانداز کرنا، لاگت کم رکھنے کے بہت سے طریقوں میں سے ایک ہے۔ یونین کاربائیڈ کے پلانٹ میں کوئی حفاظتی آلہ ٹھیک طور سے کام نہیں کر رہا تھا بلکہ حفاظت کے صحیح آلات اور انتظام موجود ہی نہیں تھے۔ 1980 اور 1984 کے درمیان میتھائل آئسوسائنائٹ (MIC) کارخانے میں کام کرنے والوں کی تعداد گھٹا کر 12 سے 6 کردی گئی تھی۔ مزدوروں کے لیے حفاظتی تربیت کی میعاد چھ مہینے سے کم کر کے صرف پندرہ دن کر دی گئی تھی۔ پلانٹ میں رات کی شفٹ میں کام کرنے والے مزدور کی اسامی ختم کر دی گئی۔

بھوپال کے یونین کاربائیڈ کارخانے اور امریکہ میں واقع اس کے دوسرے پلانٹ کے حفاظتی انتظام کا تقابل ذیل میں دیا گیا ہے۔ دونوں کا بغور مطالعہ کیجیے:

ویسٹ ورجینیا (امریکہ) میں گیس نکلنے پر خبر دار کرنے اور اس کی نگرانی کا کمپیوٹر سے جڑا ہوا نظام موجود ہے جب کہ بھوپال کے یونین کاربائیڈ کارخانے میں گیس کے اخراج کا پتہ لگانے کا کام پرانے طریقے اور انسانی حواس پر منحصر تھا۔ ویسٹ ورجینیا پلانٹ میں ہنگامی حالات میں فوری انخلا کا انتظام موجود تھا جب کہ بھوپال میں ایسا کوئی انتظام نہیں تھا۔

دو ملکوں کے حفاظتی انتظامات میں اتنا زبردست فرق کیوں ہے؟ اور جب یہ تباہ کن سانحہ ہوگیا تو متاثرین کو دیا جانے والا معاوضہ اتنا حقیر کیوں تھا؟

تعمیری مقامات پر حادثات عام ہیں۔ اس کے باوجود اکثر و بیشتر احتیاطی اور تحفظی اقدامات کو نظرانداز کیا جاتا ہے۔

اس کے جواب کا ایک جز تو یہ ہے کہ ایک ہندوستانی مزدور کی کوئی وقعت نہیں سمجھی جاتی۔ ایک کی جگہ دوسرا مزدور آسانی سے مل سکتا ہے۔ چوں کہ بے روزگاری بے حد بڑھی ہوئی ہے اس لیے مزدوری کی خاطر بہت سے مزدور غیر محفوظ حالات میں کام کرنے کے لیے تیار ہوجاتے ہیں۔ مزدوروں کی اس مجبوری کا فائدہ اٹھا کر کام کی جگہوں پر حفاظتی انتظامات کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ بھوپال گیس سانحے کے کئی سال بعد بھی مستقل ایسی خبریں آتی رہتی ہیں کہ مالکوں کے بے حس رویّے کی وجہ سے تعمیراتی جگہوں، کانوں اور کارخانوں میں ایسے حادثات مسلسل پیش آرہے ہیں۔

حفاظتی قوانین کا نفاذ

قانون بنانے اور نافذ کرنے کے ذمہ دار کی حیثیت سے حکومت سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ ان قوانین کے نفاذ کو یقینی بنائے۔ حکومت کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ زندہ رہنے کے حق کی، جس کا آئین کے آرٹیکل 21 نے یقین دلایا ہے، کسی طرح پامالی نہ ہو۔ آخر جب یونین کاربائیڈ میں حفاظتی معیار پامال ہورہے تھے تو حکومت کیا کررہی تھی؟
پہلی بات تو یہ ہے کہ ہندوستان میں حفاظتی قانون ہی ڈھیلے تھے۔ دوسرے یہ کمزور قوانین بھی صحیح طریقے سے نافذ نہیں کیے جارہے تھے۔

سرکاری افسروں نے اس پلانٹ کو پُر خطر تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا اور ایک آباد علاقے میں اسے کام کرنے کی اجازت دے رکھی تھی۔ جب بھوپال کے کچھ میونسپل افسران نے یہ اعتراض کیا کہ 1978 میں میتھائل آئسو سائنائٹ گیس تیار کرنے والی یونٹ قائم کرنے سے حفاظتی اقدامات کی خلاف ورزی ہورہی ہے تو حکومت کی جانب سے یہ دلیل دی گئی کہ بھوپال پلانٹ میں مسلسل سرمایہ کاری (Investment) کی ضرورت ہے تاکہ لوگوں کو روزگار حاصل ہوتا رہے۔ اس کے خیال میں یونین کاربائیڈ کو بہتر ٹیکنالوجی اپنانے یا حفاظتی اقدامات کے لیے کہنے کے بارے میں سوچا بھی نہیں جاسکتا تھا۔ حکومت کے انسپکٹر پلانٹ کے طریق کار کو بار بار منظوری دیتے رہے حالاں کہ گیس کے اخراج کے واقعات مسلسل پیش آرہے تھے جس سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ نظام میں کوئی خرابی ضرور ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ یہ قانون بنانے اور اسے نافذ کرنے والے ادارے کے لیے یہ رویہ صحیح نہیں ہے۔ اس میں لوگوں کے مفادات کے حفاظت کی بجائے حکومت اور نجی کمپنیاں دونوں ہی ان کے تحفظ کو نظر انداز کررہی تھیں۔

آپ کے خیال میں کارخانوں کے لیے حفاظتی قوانین نہایت اہم کیوں ہوتے ہیں؟
کیا آپ کچھ ایسے حالات کی نشاندہی کرسکتے ہیں جہاں قانون یا قاعدے تو موجود ہیں لیکن کمزور نفاذ کی وجہ سے لوگ ان کی پابندی نہیں کررہے ہیں؟ (مثلاً موٹر چلانے والوں کا تیز رفتار سے گاڑی چلانا)۔ ان قوانین کو نافذ کرنے میں کیا دشواریاں ہوتی ہیں؟ کیا آپ قوانین کے نفاذ کو بہتر بنانے کے بارے میں مشورے دے سکتے ہیں؟

حال ہی میں ایک بڑی ٹریول ایجنسی کو بطور ہرجانہ سیاحوں کے ایک گروپ کو آٹھ لاکھ روپے ادا کرنے کا حکم دیا گیا کیوں کہ سفر کا انتظام درست نہ ہونے کی وجہ سے سیاح ڈزنی لینڈ دیکھنے اور پیرس میں خریداری سے محروم رہ گئے تھے۔ آخر بھوپال میں گیس المیہ کے متاثرین کو ان کی پوری زندگی کی تکلیفوں اور آزمائشوں کے عوض اتنا حقیر معاوضہ کیوں دیا گیا؟

یہ رویہ واضح طور سے ناقابل قبول ہے۔ مقامی اور بیرونی تجارت کے لیے ہندوستان میں صنعتی کارخانوں میں اضافے کی وجہ سے اس بات کی زیادہ ضرورت ہے کہ مزدوروں کے حقوق کے تحفظ کے لیے زیادہ سخت قوانین بنائے جائیں اور انھیں زیادہ بہتر طریقے سے نافذ بھی کیا جائے۔

ماحولیاتی تحفظ کے نئے قانون

1984 میں ہندوستان میں ماحولیاتی تحفظ کے لیے قوانین کافی کم تھے اور وہ نافذ بھی نہیں کیے جاتے تھے۔ ماحول کو ایک 'مفت' کی شے سمجھا جاتا تھا۔ کوئی بھی صنعت کار بلا کسی رکاوٹ کے ہوا یا پانی کو آلودہ کرسکتا تھا۔ خواہ ندیاں ہوں یا ہوا یا زمین دوز پانی — ماحولیات کو آلودہ کیا جارہا تھا اور لوگوں کی صحت کے ساتھ کھیلا جارہا تھا۔

اس طرح یونین کاربائیڈ نے نہ صرف ناقص حفاظتی معیار کا فائدہ اٹھایا بلکہ اس نے گندگی اور ملبے کو صاف کرنے پر بھی کوئی رقم خرچ نہیں کی۔ امریکہ میں کسی بھی پلانٹ کی تیاری کے مراحل کا یہ ایک لازمی حصہ ہوا کرتا ہے۔

بھوپال گیس سانحے نے ماحول کے سوال کو سب سے اہم سوال بنا دیا۔ ہزارہا لوگ جن کا کارخانے کے ساتھ کسی بھی طرح سے کوئی تعلق نہ تھا، کارخانے سے خارج ہونے والی زہریلی گیس سے بُری طرح متاثر ہوئے۔ اس حادثے نے لوگوں میں یہ احساس پیدا کیا کہ موجودہ قوانین خواہ کمزور ہی ہوں، کے دائرے میں صرف انفرادی مزدور ہی آتے ہیں نہ کہ دوسرے لوگ بھی جو صنعتی حادثوں سے متاثر اور زخمی ہوتے ہیں۔

بھوپال سانحے کے بعد ماحولیاتی رضا کاروں اور دوسرے لوگوں کے برسوں کے دباؤ کے نتیجے میں حکومت نے ماحول کے تحفظ کے نئے قوانین بنائے۔ اس کے بعد سے گندگی پھیلانے والوں کو ماحولیات کے نقصان کا ذمہ دار گردانا جانے لگا۔ ماحولیات پر آنے والی نسلوں کا بھی حق ہے اور اسے صرف صنعتی ترقی کے نام پر تباہ نہیں کیا جاسکتا۔

عدالتوں نے بھی زندہ رہنے کے بنیادی حق کے ایک لازمی جزو کی حیثیت سے صحت مند ماحول کے حق میں کئی فیصلے کیے ہیں۔ سبھاش کمار بنام ریاست بہار (1991) کے فیصلے میں سپریم کورٹ نے کہا کہ آرٹیکل 21 کے تحت ''زندہ رہنے کا حق'' ایک بنیادی حق ہے اور اس میں صاف پانی اور ہوا کا حصول بھی شامل ہے۔ حکومت ایسے قوانین اور ضوابط بنانے کی پابند ہے جس سے آلودگی کو روکا جا سکے، دریاؤں میں صفائی رہے اور گندگی پھیلانے والوں پر بھاری جرمانہ عائد کیا جائے۔

بھوپال میں یونین کاربائیڈ فیکٹری کے اطراف میں واقع کنوؤوں کے پمپوں کو خطرناک مان کر سرخ رنگ سے رنگ دیا گیا ہے۔ اس کے باوجود مقامی لوگ انھیں مسلسل استعمال کررہے ہیں کیوں کہ صاف پانی حاصل کرنے کا کوئی دوسرا ذریعہ ان کے پاس نہیں ہے۔

'صاف ستھرا ماحول ایک عوامی سہولت ہے'۔ کیا آپ اس بیان کی وضاحت کر سکتے ہیں؟

ہمیں نئے قوانین کی ضرورت کیوں ہے؟

کمپنیاں اور ٹھیکیدار ماحولیات کے قوانین کی خلاف ورزی کیوں کرتے ہیں؟

ماحول بہ حیثیت عوامی سہولت

گزشتہ چند برسوں میں عدالتوں نے ماحولیات کے متعلق معاملات میں کئی سخت احکامات دیے ہیں البتہ ایسے بعض احکامات سے لوگوں کے روزگار پر منفی اثر بھی پڑا ہے۔

مثال کے طور پر عدالت نے دہلی میں رہائشی علاقوں میں واقع صنعتی کارخانوں کو بند کرنے یا انھیں شہر کے باہری علاقوں میں منتقل کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ ان میں سے بہت سی صنعتیں ضابطہ کی پابندی کے بغیر قائم کی گئی تھیں۔ وہ اطراف کے ماحول کو آلودہ کر رہی تھی اور ان کا فضلہ جمنا ندی کے پانی کو گندا کر رہا تھا۔

عدالتی فیصلے نے اگرچہ ایک مسئلہ حل کیا لیکن اس سے دوسرا مسئلہ پیدا ہو گیا۔ کارخانوں کے بند ہونے سے بہت سے مزدور بے کار ہو گئے۔ کچھ دوسرے اُن دور دراز کے علاقوں میں جانے پر مجبور ہوئے جہاں یہ کارخانے دوبارہ قائم کیے گئے تھے۔ اب وہی مسائل یہاں بھی پیدا ہونے لگے کیوں کہ اب یہ علاقے بھی آلودگی سے متاثر ہونے لگے اور مزدوروں کی حفاظت کا مسئلہ اپنی جگہ قائم رہا۔

ماحولیاتی مسائل پر حالیہ تحقیق میں اس حقیقت کا انکشاف ہوا ہے کہ ہندوستان کے متوسط طبقے کی ماحولیات پر زیادہ توجہ اور فکر کے نتیجے میں اکثر غریبوں کا نقصان ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر شہروں کو خوبصورت بنانے کے لیے جھگی جھونپڑیوں کا صفایا بھی ضروری ہے یا اوپر کے بیان کے مطابق آلودگی پیدا کرنے والے کارخانوں کو مضافات سے باہر منتقل کر دیا جانا ضروری ہے لیکن لوگوں میں صحت مند ماحول کا خیال جیسے جیسے بڑھ رہا ہے، مزدوروں کے تحفظ کی فکر کم ہوتی جا رہی ہے۔

چیلنج یہ ہے کہ مسئلہ اس طرح حل کیا جائے کہ ہر شخص کو صاف ستھرے ماحول کا فائدہ حاصل ہو۔ اس کا ایک طریقہ یہ ہو سکتا ہے کہ کارخانوں میں بتدریج زیادہ صاف تیکنالوجی اور کام کے نئے طریقے اختیار کیے جائیں۔ حکومت کو بھی چاہیے کہ وہ اس کام میں کارخانوں کو تعاون دے، ان کی حوصلہ افزائی کرے اور گندگی پھیلانے والوں پر جرمانہ عائد کرے۔ اس سے مزدوروں کا روزگار بھی محفوظ رہے گا اور کارخانوں کے اطراف میں رہنے والے لوگوں اور مزدور کو صحت مند ماحول مل جائے گا۔

گاڑیوں سے نکلنے والا دھواں آلودگی کا سب سے بڑا سبب ہے۔ 1998 کے بعد کے فیصلوں میں سپریم کورٹ نے پبلک ٹرانسپورٹ گاڑیوں کو ڈیزل کی جگہ کمپریسڈ نیچرل گیس (Compressed Natural Gas) میں تبدیل کرنے کی ہدایت دی۔ اس اقدام کا یہ نتیجہ برآمد ہوا کہ دہلی میں ہوائی آلودگی میں خاصی کمی واقع ہوئی۔ لیکن سنٹر فار سائنس اینڈ انوائرنمنٹ، نئی دہلی کے ایک جائزے نے بتایا کہ ہوا میں زہریلے مادے کی مقدار بڑھ گئی ہے۔ اس کا سبب ڈیزل کی کاروں سے نکلنے والا دھواں ہے۔ ایک اور سبب کاروں کی بڑھتی ہوئی تعداد بھی ہے۔

کارخانے میں تالا لگ جانے سے باہر کھڑے ہوئے مزدور۔ بے کار ہو جانے کے بعد بہت سے مزدوروں نے چھوٹا موٹا دھندا شروع کر دیا یا یومیہ مزدوری پر کام کرنے لگے۔ کچھ لوگ مزید چھوٹی یونٹوں میں کام کرنے پر مجبور ہوئے جہاں استحصال زیادہ اور قانون کا نفاذ مزید کمزور ہوتا ہے۔

کیا آپ کے خیال میں اوپر بیان کی ہوئی مثال میں ہر کسی کو انصاف ملا؟
کیا آپ ماحولیات کے تحفظ کے لیے کوئی اور طریقہ تجویز کر سکتے ہیں؟ اپنی جماعت میں اس پر بحث کیجیے۔

ترقی یافتہ ممالک زہریلی اور نقصان دہ صنعتوں کو ترقی پذیر ملکوں میں منتقل کررہے ہیں تاکہ وہاں کے کمزور قوانین کا فائدہ حاصل کریں اور اپنے ملک کو محفوظ رکھیں۔ جنوبی ایشیا کے ملک بالخصوص ہندوستان، بنگلہ دیش اور پاکستان جراثیم کش ادویہ، جستہ اور سیسہ کے کارخانوں کی میزبانی کررہے ہیں۔

بحری جہازوں کو توڑنا ایک خطرناک صنعت ہے جو جنوبی ایشیا میں تیزی سے پھیل رہی ہے۔ پرانے ناقابل استعمال بحری جہاز ہندوستان اور بنگلہ دیش کی گودیوں میں بھیج دیے جاتے ہیں۔ ان جہازوں میں خطرناک اور نقصان دہ مادہ ہوتا ہے۔ اس تصویر میں الانگ (گجرات) میں مزدوروں کو ایک جہاز کو توڑتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔

ماحصل

خواہ بازار ہو یا دفتر ہو یا کارخانہ، بہت سے حالات میں لوگوں کو غیر منصفانہ سلوک سے محفوظ رکھنے کے لیے قوانین لازمی ہوتے ہیں۔ پرائیویٹ کمپنیاں، ٹھیکیدار اور تاجر زیادہ نفع حاصل کرنے کی خاطر ناجائز طریقے استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً کام کرنے والوں کو مزدوری کم دینا، بچوں سے کام لینا، کام کرنے کے ماحول کو نظر انداز کرنا نیز ماحولیاتی آلودگی کو بھی پسِ پشت ڈالنا وغیرہ، اور اس طرح وہ اطراف کے لوگوں کو متاثر کرتے ہیں۔

اس لیے حکومت کی ایک بڑی ذمہ داری یہ ہے کہ پرائیویٹ کمپنیوں کی کارگزاریوں کو قابو میں رکھنے کے لیے قوانین وضع کرے اور انھیں نافذ کرے تاکہ ناجائز کاموں کو روکا جاسکے اور سماجی انصاف کو یقینی بنایا جائے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ حکومت ''مناسب قوانین'' بنائے اور ان کو موثر طریقے سے نافذ بھی کرے۔ کمزور قوانین اور ان کا کمزور نفاذ زبردست نقصان کا سبب بن سکتے ہیں جیسا کہ بھوپال گیس المیہ نے دکھا دیا ہے۔

حالاں کہ اس سلسلے میں حکومت کا کردار بنیادی ہے لیکن عوام بھی حکومت پر دباؤ ڈال سکتے ہیں تاکہ پرائیویٹ کمپنیاں اور حکومت دونوں سماج کے مفاد میں کام کریں۔ جیسا کہ ہم نے دیکھا 'ماحول' ایک ایسی مثال ہے جہاں لوگوں نے عوامی مفاد کے لیے اپنی قوت کو استعمال کیا ہے اور عدالتوں نے زندہ رہنے کے حق کے لازمی جزو کے طور پر صحت مند ماحول کے حق کو تسلیم کیا ہے۔ ہم نے اس باب میں اس بات پر بحث کی ہے کہ اب وہ وقت آ گیا ہے کہ جب لوگوں کو لازمی طور سے مطالبہ کرنا چاہیے کہ صحت مند ماحول کی یہ سہولت سب لوگوں کو ملے۔ اسی طرح مزدوروں کے حقوق (کام کرنے کا حق، مناسب مزدوری کا حق اور کام کرنے کے بہتر ماحول کا حق) بھی ایک ایسا شعبہ ہے جس کی حالت ابھی تک بہت خراب ہے۔ لوگوں کو چاہیے کہ مزدوروں کے مفاد کی حفاظت کے لیے زیادہ سخت قانون کا مطالبہ کریں تاکہ تمام لوگوں کو مساوی طور پر زندہ رہنے کا حق حاصل ہو سکے۔

مشقیں

1۔ دومزدوروں (مثلاً تعمیراتی مزدور، کھیت مزدور، کارخانے اور دوکانوں میں کام کرنے والے مزدور) سے یہ جاننے کے لیے گفتگو کیجیے کہ کیا انھیں قانون کے مطابق اقل ترین اجرت مل رہی ہے۔

2۔ بیرونی ممالک کی کمپنیوں کو ہندوستان میں اپنے کارخانے قائم کرنے کے کیا فائدے ہیں؟

3۔ کیا آپ کے خیال میں بھوپال گیس المیہ کے متاثرین کو انصاف مل گیا ہے؟ بحث کیجیے۔

4۔ جب ہم قانون کے نفاذ کی بات کرتے ہیں تو اس کا کیا مطلب ہوتا ہے؟ قانون کو نافذ کرنے کی ذمہ داری کس کی ہے؟ نفاذ کا مسئلہ اتنا اہم کیوں ہے؟

5۔ قوانین اس بات کو کیسے یقینی بنا سکتے ہیں کہ بازار صاف ستھرے انداز میں کام کریں؟ اپنے جواب کی تائید میں دو مثالیں دیجیے۔

6۔ آپ خود کو ایک ایسے کیمیائی کارخانے کا مزدور تصور کیجیے جسے حکومت کی طرف سے موجودہ جگہ سے 100 کلومیٹر دور منتقل ہونے کا حکم ملا ہے۔ آپ کی زندگی میں کیا تبدیلی آئے گی؟ اپنے جواب کو کلاس روم میں پڑھ کر سنائیے۔

7۔ آپ نے اس اکائی میں حکومت کی مختلف ذمّے داریوں کے بارے میں جو کچھ پڑھا ہے اس پر ایک اقتباس لکھیے۔

8۔ آپ کے علاقے میں ماحولی آلودگی کے کیا اسباب ہیں؟ (a) ہوا (b) پانی، اور (c) مٹی کے بارے میں گفتگو کیجیے۔ آلودگی کو کم کرنے کے لیے کیا کیا اقدامات کیے جارہے ہیں؟ کیا آپ کچھ دوسرے طریقوں کی نشاندہی کرسکتے ہیں؟

9۔ ماحول کے سلسلے میں پہلے کیسا رویہ تھا؟ لوگوں کے نقطۂ نظر میں اب کیا تبدیلی آئی ہے؟ بحث کیجیے۔

10۔ آپ کے خیال میں اس کارٹون میں مشہور کارٹونسٹ آر۔ کے۔ لکشمن نے کیا بتانے کی کوشش کی ہے؟ اس کارٹون کا 2006 کے اُس قانون سے کیا تعلق ہے جسے آپ نے صفحہ 123 پر دیکھا ہے؟

چھوٹے بچوں پر اتنا بوجھ لاد دینا واقعی سنگدلی ہے؟ مجھے اپنے بیٹے کی مدد کے لیے اس لڑکے کو ملازم رکھنا پڑا۔

11۔ آپ بھوپال گیس سانحہ اور اس کے سلسلے میں جاری جدوجہد کے بارے میں پڑھ چکے ہیں۔ دنیا کے دوسرے ممالک کے طلبا انصاف کی اس جدوجہد کی حمایت میں شریک ہو گئے ہیں۔ اجتماعی جلوس سے لے کر معلومات فراہم کرنے کی مہم تک آپ ان لوگوں کی کارگزاریوں کے متعلق اس ویب سائٹ پر پڑھ سکتے ہیں www.studentsforbhopal.com اس ویب سائٹ پر اور بھی وسائل موجود ہیں، جیسے تصاویر، اشتہار، دستاویزی فلمیں، نیز متاثرین کے بیانات وغیرہ۔

اس مواد کو اور دوسرے ذرائع سے حاصل مواد کو بھوپال گیس سانحہ کے موضوع پر اپنے کلاس روم میں وال پیپر بنانے کے لیے یا نمائش کے لیے استعمال کیجیے۔ پورے اسکول کو اسے دیکھنے اور اس موضوع پر گفتگو کرنے کے لیے مدعو کیجیے۔

فرہنگ

صارف (Consumer): وہ شخص جو کوئی سامان اپنے ذاتی استعمال کے لیے خریدتا ہے، دوبارہ فروخت کرنے کے لیے نہیں۔

پروڈیوسر یا صنعت کار (Producer): کوئی فرد یا ادارہ جو مارکیٹ میں فروخت کے لیے سامان تیار کرتا ہے۔ کبھی کبھی وہ اس تیار مال کا کچھ حصہ اپنے استعمال کے لیے رکھ لیتا ہے، جیسے ایک کسان۔

سرمایہ کاری (Investment): وہ رقم جو نئی مشینوں کو خریدنے یا عمارتوں کی تعمیر یا تربیت دینے میں استعمال ہوتی ہے تاکہ مستقبل میں پیداوار میں اضافہ ہو یا اس کی جدید کاری کی جائے۔

مزدوروں کی تنظیم (Workers' Union): کام کرنے والوں کی تنظیمیں کارخانوں اور دفاتر میں عام ہیں لیکن یہ الگ قسم کے مزدوروں کی بھی ہو سکتی ہیں جیسے گھریلو خادموں کی یونین۔ یونین کے لیڈر اپنے ممبروں کے حق میں مالکوں سے مول تول کرتے ہیں۔ ان کے مسائل میں تنخواہ، ملازمت اور مزدوری کے قوانین، مزدوروں کو رکھنے نکالنے اور ترقی دینے کے قوانین، ان کو ملنے والے مالی فوائد اور کام کی جگہوں پر حاصل تحفظ جیسے امور بھی شامل ہوتے ہیں

آئین—ایک زندہ تصور

زندہ رہنے کا حق بنیادی حق ہے۔ ملک کے ہر شہری کو دستورِ ہند نے اس حق کی ضمانت دی ہے۔ آپ نے اس کتاب میں پڑھا ہے کہ گذشتہ چند برسوں میں عام شہریوں نے اس حق کو یعنی آرٹیکل 21 کو استعمال کرتے ہوئے اپنی جدوجہد سے اس میں کئی امور کو شامل کرا لیا ہے، جس کی وجہ سے یہ حق زیادہ بامعنی اور زیادہ پراثر ثابت ہوا ہے۔ مثال کے طور پر آپ نے پڑھا ہے کہ زخمی کسان حکیم شیخ کے مقدمے نے زندہ رہنے کے حق کے ایک حصے کے طور پر صحت کے حق کو بھی تسلیم کرا لیا۔ اسی طرح آپ نے پڑھا کہ ممبئی جھونپڑ پٹیوں سے نکالے جانے والوں کے مقدمے میں زندہ رہنے کے حق کے ایک حصے کے طور پر روزگار کے حق کو بھی عدالت نے تسلیم کر لیا۔ اس باب کے مطالعے سے آپ کو یہ بھی معلوم ہوا کہ عدالت نے زندہ رہنے کے حق کے ایک حصہ کے طور پر آلودگی سے پاک پانی اور ہوا کو خوش و خرم زندگی گزارنے کے لیے ضروری تسلیم کیا ہے۔ کیا ان مقدمات کے علاوہ آرٹیکل 21 کی توسیع کرتے ہوئے عدالتوں نے تعلیم کے حق اور رہائش کے حق کو بنیادی حقوق میں شامل کرنے کا فیصلہ دیا ہے۔

زندہ رہنے کے حق کی یہ وسیع تر تفہیم اور اس کا مطلب لوگوں پر اس وقت واضح ہوا جب عام شہریوں نے عدالتوں سے انصاف حاصل کرنے کی مسلسل جدوجہد کی، خصوصاً اس وقت جب انھیں کامل احساس اور یقین ہو گیا کہ ان کے حقوق پامال کیے جا رہے ہیں۔ اس کتاب کی کئی مثالوں سے آپ کو علم ہوا ہے کہ بنیادی حقوق کی مدد سے ہی شہریوں نے مختلف مواقع پر اپنے تحفظ کے لیے نئے قانون بنوائے اور پالیسیاں وضع کرانے کا بنیادی کام کیا۔ یہ سب اس لیے ممکن ہوا کہ ہمارا آئین بشر نوازی اور انسان دوستی کا جذبہ رکھتا ہے اور بھارت کے ہر شہری کے وقار اور خودداری کے استحکام اور بقا کی ضمانت دیتا ہے اور قانون کی ممکنہ خلاف ورزی سے محفوظ رکھتا ہے۔ حقوق میں جو باتیں شامل ہونی چاہیے ان کا بیان بنیادی حقوق کی مختلف دفعات اور قانون کی حکمرانی کے ذیل میں کیا گیا ہے۔

لیکن جیسا کہ مندرجہ بالا مثالوں میں واضح ہوتا ہے ہمارے دستور کا ایک جز اس کی فطری لچک ہے جو انصاف کی ضمانت دیتے ہوئے اس کے دائرے کو مسلسل وسیع کرتی ہے اور نئے مسائل کو شامل کرنے کی اجازت دیتی ہے۔ یہ لچک ہمیں آئین و قانون کی نئے سرے سے تشریح کرنے کا موقع دیتی ہے اور اس وجہ سے آئین کو ہم زندہ جاوید دستاویز کہہ سکتے ہیں۔ صحت کا حق، رہائش کا حق ایسے معاملات ہیں جو تحریری شکل میں اس آئین میں موجود نہیں تھے جسے مجلس قانون ساز کے اراکین نے 1949 میں پیش کیا تھا لیکن ان کی روح دستاویز میں موجود تھی اور مثالی جمہوریت کے نظریات جو آئین کی بنیاد ہیں، عوام کو اجازت دیتے ہیں کہ وہ سیاسی طریقوں کے ذریعے مسلسل اس کی کوشش کریں کہ عام شہریوں کی زندہ رہنے میں مثالی جمہوریت حقیقت بن جائے۔

جیسا کہ اس کتاب میں بیان کیا گیا ہے آئینی تصورات کو حقیقی بنانے کی بہت سی کوششیں کی گئی ہیں۔ لیکن ان ابواب سے ظاہر ہے ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ بہت سی تحریکیں اور جدوجہد جو ملک کے مختلف علاقوں میں جاری ہیں ہمیں یاد دلاتی رہتی ہیں کہ مساوات، انسانی وقار اور عزتِ نفس کی قدروں سے آبادی کی اکثریت اب تک محروم ہے۔ جیسا آپ نے ساتویں جماعت کی کتاب میں پڑھا ہے کہ میڈیا میں اس جدوجہد کی خبریں شاذ ہی دکھائی جاتی ہیں، لیکن اس سے اس توجہ کی اہمیت میں کوئی کمی نہیں ہوتی جس توجہ کی وہ مستحق ہیں۔

اس کتاب کے مختلف ابواب میں آئین میں بیان کی ہوئی جمہوری قدروں اور مثالی جمہوریت کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور یہ بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ عوام کی روزمرہ کی زندگی پر ان کا کیا اثر ہوتا ہے۔ ہم نے اس ارادے سے ان عنوانات پر بحث کی ہے کہ آپ کے پاس معلومات کا یہ خزانہ ہو تو آپ خود اپنے طور پر تنقیدی جائزہ لیتے ہوئے ان مسائل کو سمجھیں، اپنے اردگرد کی دنیا کا مشاہدہ کریں اور آئین کی ہدایات کے مطابق اس کا ایک حصہ بن جائیں۔

حوالہ جات

کتابیں

آسٹن، گرین وِل، 1966، دی انڈین کانسٹی ٹیوشن: کارنراسٹون آف اے نیشن، آکسفورڈ: کلیرنڈن پریس۔

آسٹن، گرین ول، 1999، ورکنگ اے ڈیمو کریٹک کانسٹی ٹیوشن: دی انڈین ایکسپیرینس، نئی دہلی: آکسفورڈ۔

لائرس کلکٹیو، 2007 ، اسٹیٹنگ الائیو: فرسٹ مانیٹرنگ اینڈ ایویلویشن رپورٹ 2007 آن دی پروٹیکشن آف وومین فرام ڈومسٹک وائیلنس ایکٹ 2005، نئی دہلی: لائرس کلکٹیو۔

راماسوامی، گیتا۔ 2005 انڈیا اسٹنکنگ : مینول اسکیونجرس ان آندھرا پردیش اینڈ دیر ورک، نئی دہلی: نوانیا پبلشنگ۔

اخباری مضامین

پی۔ سائی ناتھ، ''ہوز سیکری فائس از اِٹ اینی وے؟'' دی ہندو، 6 ستمبر 1998۔

عدالتی مقدمے

اولگاٹئلس بنام ممبئی میونسپل کارپوریشن(1985) 3 ایس سی سی 545۔

پچھم بنگا کھیت مزدور سمیتی بنام ریاست بنگال (1996)

ریاست (دھلی انتظامیه) بنام لکشمن کماراور دیگر (1985) 4 ایس سی سی 476۔

سبھاش کمار بنام ریاست بہار(1991) 1 ایس سی سی 598۔

ویب سائٹس

بھوپال گیس المیہ، http://www.studentsforbhopal.org / What Happened.html (Accessed on 12 January 2008)

سی۔ کے۔ جانو، www.countercurrents.org (Accessed on 12 November 2007)

نیپال میں جمہوریت، http://www.himalmag.com (Accessed on 15 December 2007)

ہاتھوں سے فضلہ صاف کرنا، www.hrdc.net / sahrdc / hrfeatures / HRF 129.html (Accessed on 2 January 2008)